قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 14 ستمبر 2021ء | 06 صفر 1443 ہجری قمری | 14 تبوک 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:218

ارشاد باری تعالیٰ

لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اَحۡسَنُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۹۴﴾

(المائدہ: 94)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ پھر مزید تقویٰ اختیار کریں اور مزید ایمان لائیں پھر اور بھی تقویٰ اختیار کریں اور احسان کریں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

شکریہ ادا کرنے کی انتہا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے نہ کہو کہ لوگ ہم سے حسن سلوک کریں گے تو ہم بھی ان سے حسن سلوک کریں گے اور اگر انہوں نے ہم پہ ظلم کیا تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے نفس کی تربیت اس طرح کرو کہ اگر لوگ تم سے حسن سلوک کریں تو تم ان سے احسان کا معاملہ کرو۔ اور اگر وہ تم سے بدسلوکی کریں تو بھی تم ظلم سے کام نہ لو۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة والادب باب ماجاء فی الاحسان والعفو)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو اور وہ احسان کرنے والے کو کہے کہ جَزَاكَ اللّٰہُ خیرًا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بہترین جزا دے تو اس نے شکریہ ادا کرنے کی انتہا کر دی۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة باب ماجاء فی المتشبع بمالم یعطه)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومن ایک منزل پر آ کر رک نہیں جاتا بلکہ آگے بڑھتا ہے تو ہماری انتہاء صرف عدل قائم کرنا ہی نہیں بلکہ اس سے آگے قدم بڑھانا ہے۔ ایک دنیادار کہے گا کہ جب عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار قائم ہو گئے تو پھر کیا رہ گیا ہے۔ یہ تو ایک معراج ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہئے۔ اور جب یہ قائم ہو جائے تو دنیا کی نظر میں اس سے زیادہ کوئی نیکیوں پر قائم ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔۔ ایک جگہ پر کھڑے ہو جانا دنیا کی نظر میں تو یہی اعلیٰ معیار ہے۔ لیکن کامل ایمان والوں کی نظر میں یہ اعلیٰ معیار نہیں بلکہ اس سے آگے بھی اللہ تعالیٰ کی حسین تعلیم کی روشنیاں ہیں۔ اور عدل سے اگلا قدم احسان کا قدم ہے۔ لیکن یاد رکھو یہ قدم تم اس وقت اٹھانے کے قابل ہو گے جب تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہو گی، جب تم میں بنی نوع انسان سے انتہاء کی محبت پیدا ہو گی۔ اور یہ باتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یقیناً ان پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 مارچ 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

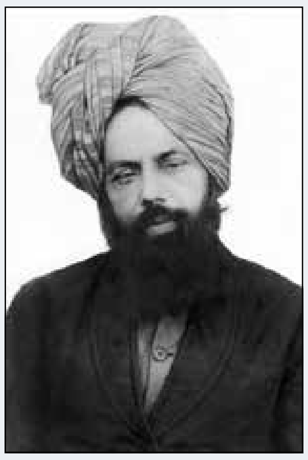

نیکی کیا ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”نیکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک تعلقات قائم کئے جاویں۔ اور اس کی محبت ذاتی رگ و ریشہ میں سرایت کر جاوے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل: 91) خدا کے ساتھ عدل یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کی فرمانبرداری کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اسے پہچانو۔ اور اس پر ترقی کرنا چاہو تو درجہ احسان کا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور جن لوگوں نے تم سے سلوک نہیں کیا ان سے سلوک کرنا۔ اور اگر اس سے بڑھ کر سلوک چاہو تو ایک اور درجہ نیکی کا یہ ہے کہ خدا کی محبت طبعی محبت سے کرو، بہشت کی طمع یا لالچ، نہ دوزخ کا خوف ہو بلکہ اگر فرض کیا جاوے نہ بہشت ہے نہ دوزخ ہے تب بھی جوش محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور ایسی محبت جب خدا سے ہو تو اس میں ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور کوئی فتور واقع نہیں ہوتا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 460، ایڈیشن 1988)

پھر والدین کے احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ایک دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔۔ (ترجمہ) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ مشکل سے اس کی ماں نے اپنے پیٹ میں اس کو رکھا اور مشکل ہی سے اس کو جنا۔ اور یہ مشکلات اس دور دراز مدت تک رہتی ہیں کہ اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کے دودھ کا چھوٹنا 30 مہینے میں جا کر تمام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ایک نیک انسان اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ تو نے جو مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسانات کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں اور مجھے اس بات کی بھی توفیق دے کہ مَیں کوئی ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔۔۔۔۔۔“

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 209 حاشیہ)

اس شمارہ میں

- درودوں کے تحفے پیارے نبیؐ پر (منظوم)
- کتاب، تعلیم کی تیاری
- کیا ہر نبی نئی شریعت لے کر آتا ہے؟
- سینکڑوں عبد اللطیف درکار ہیں

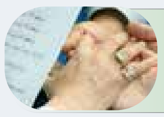

دربارِ خلافت

ساتویں شرط بیعت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر ساتویں شرط یہ ہے کہ ’’یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 159 اشتہار ’’تکمیل تبلیغ‘‘، اشتہار نمبر 51)

تکبر کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔‘‘ (اللہ تعالیٰ کا رحم، جو بھی اللہ تعالیٰ کو ماننے والا ہے، اُس کو واحد سمجھنے والا ہے، اُس کی مدد کرتا ہے، اُس کے گناہوں کو معاف کرتا ہے لیکن تکبر کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ) ’’شیطان بھی مؤحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔‘‘

(آئینہ کمالات، اسلام روحانی خزائن 5 جلد صفحہ 598)

فرماتے ہیں کہ ’’اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریاء ہے، یا خود پسندی ہے، یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کرلیا ہے۔‘‘ (بیعت کر لی یہی کافی ہے) ’’کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے۔ اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

پھر مسکینوں کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ’’اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لیے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہئے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 370۔ ایڈیشن 2003ء)

(خطبہ جمعہ 23 / مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

درودوں کے تحفے پیارے نبیؐ پر

محمدؐ اور آلِ محمدؐ پہ برسے سدا میرے مولا کی رحمت کی بارش
جو برسی تھی حضرت ابوالانبیاءؑ پر برستی رہے اُس کی برکت کی بارش
اے ایمان والو !سدا دل سے بھیجو درودوں کے تحفے پیارے نبیؐ پر
خدا اور فرشتے بھی کرتے ہیں ہر دم درود و سلام و محبت کی بارش
نہیں تھا حسیں کوئی بھی آپؐ جیسا نہ ہے اور نہ ہوگا کبھی آپؐ جیسا
حسیں نامِ نامی لبوں پر جو آیا ہوئی میری آنکھوں سے مدحت کی بارش
متانت، شرافت، فراست، مودّت، سکینت، وجاہت، مروت سراپا
ہر اک خُلق کی آخری حد پہ فائز مسلسل ہوئی حسنِ سیرت کی بارش
بُلایا خدا پاک نے آپؐ کو تو ہمارے لئے ایک تصویر چھوڑی
کلامِ الٰہی کی صورت میں نازل ہوئی آپؐ کے رنگ و صورت کی بارش
ہوں ماں باپ میرے نثار آپ پر ذرہ ذرہ مرا ہو فدا آپ پر ہی
میں کہنے لگی نعتِ خیرالبشرؐ تو ہوئی میرے دل پر سکینت کی بارش
خدایا نصیبوں میں میرے بھی لکھ دے زیارت مقدس مقامات کی تو
وہ منظر فضائیں میں آنکھوں سے چوموں جہاں پر ہوئی تھی ہدایت کی بارش
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارك وسلم اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

شعراء کرام توجہ دیں

’منظوم کلام‘ روزنامہ الفضل کا آغاز سے ہی زینت بنتا رہا ہے۔ ادارہ احمدی شعراء اسے اپنا منظوم کلام روزنامہ الفضل آن لائن لندن میں اشاعت کے لئے info@alfazlonline.org پر بھجوانے کی درخواست کرتا ہے۔ منظوم کلام وہ ہو جو وائرل نہ ہوا ہو۔ نوآموز شعراء اپنا کلام کسی مستند شاعر کو دکھلا کر اور اسکی نوک پلک درست کروا کر بھیجتے وقت یہ تحریر کردیں کہ ’’میں نے فلاں شاعر سے اپنا کلام درست کروا لیا ہے۔‘‘ فجزاکم اللہ خیرا

(ادارہ الفضل)

اداریہ

کتاب، تعلیم کی تیاری

قسط 11

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

1۔اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟

2۔نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

3۔بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لیے رزق پہنچا تا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لیے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ ہرایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 360 ایڈیشن 1984ء)

جو شخص جرأت کے ساتھ گناہ، فسق وفجور اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے وہ خطرناک حالت میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا عذاب اس کی تاک میں ہوتا ہے۔ اگر بار بار اللہ کریم کا رحم چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب باتیں جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں چھوڑ دو۔ جب تک خوفِ الٰہی کی حالت نہ ہو تب تک حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔ کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ۔ جب وہ لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے تب وہ لوگ بچالئے جاتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت اُن کی نافرمانی انہیں ہلاک کر دیتی ہے اور اُن کا تقویٰ انہیں بچا لیتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں شرارتوں اور غداریوں کے ساتھ اگر بچنا چاہے تو ہر گز نہیں بچ سکتا۔ کوئی انسان بھی نہ اپنی جان کی حفاظت کرسکتا ہے نہ مال واولاد کی حفاظت کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہیئے اور پھر اس تعلق کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔عقلمند انسان وہی ہے جو اس تعلق کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھتا وہ بے وقوف ہے جو اپنی چترائی پر نازاں ہے وہ ہلاک کیا جائے گا اور کبھی بامراد اور کامیاب نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ زمین وآسمان اور جو کچھ اُن میں نظر آرہا ہے اتنا بڑا کارخانہ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پوشیدہ ہاتھ کے سوائے چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یاد رکھو جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے اور جو خوف کی حالت میں ڈرتا ہے۔تو وہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔ ایسے موقعہ پر تو کافر مشرک بے دین بھی ڈرا کرتے ہیں۔ فرعون نے بھی ایسے موقعہ پر ڈر کر کہا تھا اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (یونس:91) اس سے صرف اتنا فائدہ اسے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا بدن تو ہم بچالیں گے مگر تیری جان کو اب نہیں بچائیں گے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس کے بدن کو ایک کنارے پر لگا دیا۔ ایک چھوٹے سے قد کا وہ آدمی تھا۔غرض جب گناہ اور معصیت کی طرف انسان ترقی کرتا ہے تو پھر لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ (الاعراف:35) والا معاملہ ہوتا ہے۔ جب اجل کی بلا آجاتی ہے تو پھر آگے پیچھے نہیں ہوا کرتی۔ انسان کو چاہیئے کہ پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 369-370 ایڈیشن 1984ء)

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو سچے دل سے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس سے یہ جوہر پیدا ہوتا ہے۔ یہ لوگ ملک وملت کے دشمن ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ گورنمنٹ کے ہم مسلمانوں پر بہت بڑے احسان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کی شکر گذاری کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 376 ایڈیشن 1984ء)

نفس کے ہم پر حقوق

پورے طور پر تزکیہ نفس تھوڑے ہی شخصوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اکثر لوگ جو نیک ہوتے ہیں وہ بسبب کمزوری کے کچھ نہ کچھ خرابی اپنے اندر رکھتے ہیں اور ان کے دین میں کوئی حصہ دنیوی ملونی کا بھی ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنے سارے امور میں صاف ہو اور ہر بات میں پوری طرح تزکیہ نفس رکھتا ہو تو وہ ایک قطب اور غوث بن جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 350-351 ایڈیشن 1984ء)

پس راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو۔ کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے تنہائی میں دعا کرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنا معاملہ صاف رکھو خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو جو کام کرو نفسانی غرض سے الگ ہو کر کرو تا خدا تعالیٰ کے حضور اجر پاؤ۔

حضرت علیؓ کی نسبت روایت ہے کہ ایک کافر نے جس پر قابو پاچکے تھے ان کے منہ پر تھوکا تو آپ نے چھوڑ دیا۔ اس نے پوچھا یہ کیوں؟ تو فرمایا اب میرے نفس کی بات درمیان میں آگئی۔ اس نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نفسانی کاموں سے اس قدر الگ ہیں تو مسلمان ہوگیا۔ ایسے ایسے عملی نمونوں سے وہ کام ہوسکتا ہے جو کئی تقریریں اور وعظ نہیں کرتے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 358-359 ایڈیشن 1984ء)

جب کوئی مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو قصور آخر بندے کا ہی ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا تو قصور نہیں۔بعض لوگ بظاہر بہت نیک معلوم ہوتے ہیں اور انسان تعجب کرتا ہے کہ اس پر کوئی تکلیف کیوں وارد ہوئی یا کسی نیکی کے حصول سے یہ کیوں محروم رہا لیکن دراصل اس کے مخفی گناہ ہوتے ہیں جنہوں نے اس کی حالت یہاں تک پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ بہت معاف کرتا ہے اور درگذر فرماتا ہے۔ اس واسطے انسان کے مخفی گناہوں کا کسی کو پتہ نہیں لگتا۔ مگر مخفی گناہ دراصل ظاہر کے گناہوں سے بدتر ہوتے ہیں۔ گناہوں کا حال بھی بیماریوں کی طرح ہے بعض موٹی بیماریاں ہیں ہر ایک شخص دیکھ لیتا ہے کہ فلاں بیمار ہے مگر بعض ایسی مخفی بیماریاں ہیں کہ بسا اوقات مریض کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کوئی خطرہ دامنگیر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تپ دق ہے کہ ابتداء میں اس کا پتہ بعض دفعہ طبیب کو بھی نہیں لگ سکتا یہاں تک کہ بیماری خوفناک صورت اختیار کرتی ہے ایسا ہی انسان کے اندرونی گناہ ہیں جو رفتہ رفتہ اسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے رحم کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا (الشّمس:10) اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ لیکن تزکیہ نفس بھی ایک موت ہے۔ جب تک کہ کل اخلاق رذیلہ کو ترک نہ کیا جاوے تزکیہ نفس کہاں حاصل ہوسکتا ہے۔ ہر ایک شخص میں کسی نہ کسی شرّ کا مادہ ہوتا ہے وہ اس کا شیطان ہوتا ہے۔ جب تک کہ اس کو قتل نہ کرے کام نہیں بن سکتا۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 280-281 ایڈیشن 1984ء)

بنی نوع کے ہم پر حقوق

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کوئی امتیازی بات بھی دکھائے۔ اگر کوئی شخص بیعت کر کے جاتا ہے اور کوئی امتیازی بات نہیں دکھاتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہے جیسا پہلے تھا اور اپنے عیال واطفال سے پہلے کی طرح ہی پیش آتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں۔ اگر بیعت کے بعد بھی وہی بد خلقی اور بدسلوکی رہی اور وہی حال رہا جو پہلے تھا تو پھر بیعت کرنے کا کیا فائدہ؟ چاہیئے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسائیوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اُٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔

خوب یاد رکھو کہ صاف ہو کر عمل کرو گے تو دوسروں پر تمہارا ضرور رُعب پڑے گا۔ آنحضرت ﷺ کا کتنا بڑا رُعب تھا۔ ایک دفعہ کافروں کو شک پیدا ہوا۔ کہ آنحضرت ﷺ بد دعا کریں گے تو وہ سب کافر مل کر آئے اور عرض کی کہ حضور بد دُعا نہ کریں۔ سچے آدمی کا ضرور رُعب ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ بالکل صاف ہو کر عمل کیا جاوے اور خدا کے لیے کیا جاوے تب ضرور تمہارا دوسروں پر بھی اثر اور رُعب پڑے گا۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 374 ایڈیشن 1984ء)

میں تو یہ جانتا ہوں۔ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ کیا چوروں میں باہم وفاداری کے تعلقات نہیں ہوتے۔ ایک خود پھنس جاتا ہے مگر دوسرے کو بچانا چاہتا ہے۔ کنجریوں میں بھی ناپاک تعلقات کے رنگ میں ہمدردی اور ایثار کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر کیا ان باتوں میں کوئی خوبی ہوسکتی ہے۔؟ اس لئے کہ ان تعلقات کی بناء خدا تعالیٰ کیلئے نہیں ہوتی۔ سچا اور پاک تعلق جو ہوتا ہے اس کے نمونے اسلام میں پاؤ گے کیونکہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر جو محبت ہوتی ہے وہ صرف اسلام ہی میں ہے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 377 ایڈیشن 1984ء)

اصل بات یہ ہے کہ ظلم کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ وہ اپنی پہلی بیوی پر بہت کچھ سختی کرتے ہیں اور یہ کام خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ بہت دفعہ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے ان کو نصیحت کی۔ مگر وہ سمجھتے نہیں۔ میں نے کئی دفعہ ان کو جتایا ہے مگر انہوں نے کوئی خیال نہیں کیا۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا ضرور ہے کہ وہ کسی دن اپنے کام سے پچھتائیں اور میری بات کو سمجھیں۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 360 ایڈیشن 1984ء)

(اس مائدہ کے لیے مکرم محمد اظہر منگلا اور مجیب الرحمٰن آف گھانا نے مدد کی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ)

(ابوسعید)

انصر رضا، واقفِ زندگی، کینیڈا

کیا ہر نبی نئی شریعت لے کر آتا ہے؟

یہ کہنا کہ شریعت مکمل ہونے سے نبوت ختم ہوگئی کیونکہ ہر نبی شریعت لے کر آتا ہے، قرآن کریم سے ناواقفی بلکہ جہالت کی دلیل ہے جس میں یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ ہر نبی شریعت لے کر نہیں آتا۔ کچھ انبیاء کو شریعت دی جاتی ہے اور کچھ انہی شریعتوں کے مطابق فیصلے کرتے اور لوگوں کو ان شریعتوں کی طرف دعوت دیتے رہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

(البقرہ:254)

یہ وہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض (دوسروں) پر فضیلت دی۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے (رُوبرو) کلام کیا اور ان میں سے بعض کو (بعض دوسروں سے) درجات میں بلند کیا۔

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ہر نبی اور رسول سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ بغیر کلام کے کوئی بھی شخص نبی اور رسول نہیں بن سکتا۔ لہٰذا سورہ بقرہ کی اس مندرجہ بالا آیت میں کچھ انبیاء سے کلام کرنے کا مطلب ہے کہ انہیں شریعت دی گئی اور بعض کے صرف درجات بلند کرنے کا مطلب ہے کہ انہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کی بلندی اس طرح فرمائی کہ انہیں نبوت کا اعلیٰ مقام عطا فرما کر پرانی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے کی ذمہ داری بخشی جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے بیشمار انبیاء تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے اور اس کی بھولی بسری تعلیم کو بار بار بنی اسرائیل کو یاد کراتے اور اس کی طرف بلاتے رہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

(المائدہ:45)

یقیناً ہم نے تورات اتاری اُس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی۔ اس سے انبیاء جنہوں نے اپنے آپ کو (کلیۃً اللہ کے) فرمانبردار بنا دیا تھا یہود کے لئے فیصلہ کرتے تھے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔

(الانعام:155)

پھر موسیٰؑ کو بھی ہم نے کتاب دی جو ہر اس شخص کی ضرورت پر پوری اترتی تھی جو احسان سے کام لیتا، اور ہر چیز کی تفصیل پر مشتمل تھی اور ہدایت تھی اور رحمت تھی تا کہ وہ اپنے ربّ کی لقاء پر ایمان لے آئیں۔

مزید برآں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو، جنہیں صاحب شریعت انبیاء میں شامل نہیں سمجھا جاتا، قرآن کریم میں یہ حکم دیا گیا ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ

(مریم:13)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور آپؑ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام تورات پر ہی عمل پیراء تھے اور اسی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر نبی کیلئے صاحب شریعت و صاحب کتاب ہونا لازمی امر نہیں۔ لہٰذا جہاں تک دین مکمل ہونے کا تعلق ہے تو یہ غیر تشریعی نبوت ملنے میں کوئی روک نہیں۔ اسی غیر تشریعی نبوّت کا دعویٰ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَاِذَآ اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ وَّاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِيْٓ اِلٰى حُبِّكَ

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات حدیث نمبر 3235)

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں تجھ سے نیکیاں کرنے، برائیوں سے بچنے اور مسکینوں سے محبت کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر آزمائش کے فوت کر دے، میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔

یہ سید و مولیٰ، فخر الرسل، پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نیکی کی توفیق پانے اور برائی سے بچنے کی دعا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بعض اوقات انسان بے خیالی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بے انتہاء درجات بلند کر دیتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ لاپرواہی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی بات کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت رہنمائی اور ہدایت کی توفیق مانگتے رہنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ بھلی اور نیک بات ہی کرنے کی توفیق دے)

(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ابو اشار اٹھوال

سینکڑوں عبداللطیف درکار ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر بیان کیا:

ہمارے دوست اس بات پر خوش ہوا کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید نے سلسلہ کے لیے اپنی جان کو قربان کر دیا حالانکہ **ایک عبداللطیف نہیں جماعت کو زندہ کرنے کے لیے سینکڑوں عبداللطیف درکار ہیں** جو مختلف ملکوں میں جائیں اور اپنی جانیں اسلام اور احمدیت کے لیے قربان کر دیں۔ جب تک ہر ملک اور علاقہ میں عبداللطیف پیدا نہیں ہو جاتے اس وقت تک احمدیت کا رعب قائم نہیں ہو سکتا۔

(الفضل 10 جنوری 1945ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 329)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو یہ تلقین کی ہے کہ ہمیں سینکڑوں عبداللطیف چاہیے تو ضروری ہے کہ ان کی سیرت کی کچھ جھلک قارئین کے سامنے پیش کی جائے۔

آپ کا تعلق افغانستان کے علاقہ خوست کے گاؤں سید گاہ سے تھا آپ کا شجرہ نسب حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد صاحب کا نام محمد شریف تھا۔ آپ کا بچپن اور جوانی دینی تعلیم کے حصول اور سلوک کی منزلیں طے کرنے میں صرف ہوئی آپ نے علم کی پیاس بجھانے کے لئے مشکلات اور مصائب کی پرواہ کیے بغیر دور دور کا سفر اختیار کیا اسی شوق میں افغانستان سے روانہ ہو کر براستہ میرانشاہ بنوں، عیسیٰ خیل پہنچے اور دریائے سندھ بذریعہ کشتی عبور کیا اور سہارنپور، دہلی، پشاور دیوبند اور دیگر مقامات کا سفر اختیار کیا علم کی خاطر آپ کئی کئی سال تک گھر سے باہر رہتے آپ کا سامان سفر صرف دو جوڑے سوتی کپڑے اور ایک چڑے کا لباس ہوتا جسے غالبا سردیوں میں بوقت ضرورت استعمال کرتے آپ نے مختلف دینی درس گاہوں میں تقریباً 13 سال تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کو قرآن کریم حدیث فقہ اور منطق پر پورا عبور حاصل تھا اور زبانوں میں آپ کو عربی فارسی اردو اور پشتو میں کمال حاصل تھا۔ **آپ کی ذہانت اور خداداد حافظہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو تین لاکھ احادیث زبانی یاد تھی۔**

سید گاہ واپسی اور درس و تدریس

تحصیل علم کے بعد آپ نے افغانستان واپس آ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ دور دراز سے لوگ آپ کے پاس دینی تعلیم حاصل کرنے اور آپ کے فیوض علمی اور روحانی سے بہرہ مند ہوتے۔ آپ ان افراد کے طعام و قیام کا انتظام بھی خود کرتے۔ خوست میں آپ کی تقریبا چار لاکھ کنال زمین تھی جس کی زیادہ تر آمدنی غرباء اور مسجد کے طالب علموں پر خرچ ہوتی تھی۔ آپ نہایت سادہ زندگی گزارتے معمولی قسم کے کپڑے، سفید پگڑی اور کندھے پر ململ کا کپڑا، آپ کا لباس تھا ہمیشہ ہاتھ میں عصا رکھتے اور ہر ایک سے بلاتفریق پیار اور شفقت سے پیش آتے۔

روحانی اور دنیوی مقام

آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ افغانستان میں اپنے علم فضل اور تقویٰ کی وجہ سے ولی اللہ مانے جاتے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن، شاہ کابل کی نظر میں آپ کو ایک برگزیدہ عالم اور تمام علمائے افغانستان کے سردار کی حیثیت اورعزت و مقام حاصل تھا گویا کہ آپ شمس العلماء تھے۔ آپ وہاں کے قاضی القضاۃ بھی تھے اور تمام شرعی فیصلے آپ کے مشورے سے طے پاتے۔ امیر عبدالرحمٰن کے یہاں تک منظور نظر تھے کہ اس کی وفات کے بعد امیر حبیب اللہ کی تاج پوشی کے وقت برکت کے لیے اس کے سر پر تاج حضرت شہید مرحوم کے دست مبارک سے ہی رکھوایا گیا۔ 1893ء میں جب برطانوی ہندوستان، اور افغانستان کے درمیان حد بندی کا واقعہ پیش آیا تو افغانستان کی طرف سے پیش ہونے والے وفد میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھی شامل تھے اور وہیں ان کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جس نے آپ سے ذکر کیا کہ پنجاب کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص نے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر حیرت سے فرمایا کہ اچھا وہ شخص آ گیا ہے ہم تو مدت سے اس کے انتظار میں تھے اس شخص نے صاحبزادہ صاحب کو حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی کچھ کتب بھی دیں اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہندوستان کے علماء ان کا جواب دینے سے قاصر ہیں آپ ان کتابوں کو پڑھ کر ان کا جواب دیں۔ گویا اس شخص نے یہ کتابیں بھی اس نیت سے دی تھیں کہ آپ بھی ان کتابوں کو پڑھ کر نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ صادر کریں گے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ یہی کتابیں ان کے لیے شہادت کے اعلیٰ مقام کا سبب بن جائیں گی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کتب کے مطالعہ کے بعد فرمایا:

مجھ پر پہلے سے یہ کشفی طور پر واضح ہو چکا تھا کہ اس زمانے میں کسی بڑے اعلیٰ پایہ مجدد کا ظہور ہونے والا ہے اور مجھے ایسا وہم گزرتا تھا کہ شاید میں ہی نہ وہ شخص ہوں لیکن جب میں نے حضرت مرزا صاحب کی کتب پڑھیں معامیرے قلب نے تصدیق کی کہ یہ وہی شخص ہے جس کے ظہور کی عالم روحانیت میں تیاریاں تھی اور جب کتب کو زیادہ غور سے پڑھا تو حق بکلی روشن ہوگیا۔

چنانچہ مزید تحقیق کے لیے آپ نے اپنے چند شاگردوں جن میں مولوی عبدالرحمٰن شہید بھی شامل تھے کو قادیان روانہ کیا اور ان کے ہاتھ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک خط بھی بھیجا۔ واپسی پر یہ لوگ خوست پہنچے اور انہوں نے حضور کے دعوے کی تصدیق کی اور خط کا جواب بھی پیش کیا جس میں حضرت صاحب نے صاحبزادہ صاحب کو سلام بھیجا۔

آپ کے شاگرد عبدالرحمٰن کو 1901ء میں احمدیت کی تبلیغ کی وجہ سے جیل میں قید کر دیا گیا اور پھر وہیں شہید کر دیا گیا۔ 1901ء میں ہی امیر عبدالرحمٰن کی وفات ہوگئی اور اس کے بعد تخت کا وارث اس کا بیٹا امیر حبیب اللہ ہوا۔

حج کے لیے روانگی

حضرت صاحب سے شوق ملاقات اس قدر بڑھا کہ آپ کے لیے انتظار کرنا مشکل ہوگیا چنانچہ آپ نے حج کا ارادہ کر لیا اور یہ کہ اس سفر میں حضرت اقدس سے ملاقات کا موقع بھی مل جائے گا۔ امیر کابل سے حج کے لئے اجازت حاصل کی اور روانہ ہوگئے امرتسر پہنچے پر آپ کو معلوم ہوا کہ حج پر جانے کی تو پابندی ہے چنانچہ آپ نے دوسرے دوستوں کے مشورے سے قادیان جاکر حضرت اقدس کی زیارت کرنا مناسب سمجھا قادیان پہنچے تو آپ کو مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میر ناصر نواب صاحب کو جو مہمان خانے کے مہتمم تھے کہا کہ صاحبزادہ صاحب سے معلوم کر لیں کہ وہ کیا کھانا پسند کریں گے؟ جس پر صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا کہ، میں اللہ کا بندہ ہوں پیٹ کا بندہ نہیں جو مسیح کے لنگر میں پکے گا ہم وہی کھائیں گے۔

امام الزمان کی زیارت

امام وقت کے چہرے پر جب آپ کی نظر پڑی تو بے خودی کے عالم میں آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔ عشق و محبت کا وہ جذبہ صبح آپ پر طاری ہوا کہ بس وہیں کے ہو رہے۔ حضرت صاحب تذکرۃ الشہادتین میں اس ملاقات کے متعلق فرماتے ہیں:

جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعوے کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لیے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے اور وہ درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور خدا کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان، عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی

کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشریح ناقص نہ ہو۔

قادیان میں آپ تقریباً تین ماہ تک مقیم رہے اس قیام کے دوران آپ نے حضرت صاحب کی معیت میں جہلم کا سفر بھی کیا۔حضرت شہید مرحوم کے ایک قریبی رفیق احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ »انہیں قادیان میں بار بار یہ الہام ہوا کہ ''اس راہ میں اپنا سر دے اور دریغ نہ کر کہ خدا نے کابل کی زمین کے لئے یہی چاہا ہے۔''

مسیح الزمان سے رخصت ہوتے وقت

صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہونے لگے تو حضرت اقدس قادیان سے باہر دور تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔جب جدا ہونے لگے تو صاحبزادہ عبداللطیفؓ پر سخت رقت طاری ہوئی اور بے اختیار حضرت اقدسؑ کے قدموں پر گر گئے حضرت اقدسؑ کبھی کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی شخص آپ کے پیروں یا گھٹنوں کو تعظیماً ہاتھ لگائے۔ایک دفعہ ایک سرحدی نوجوان آپ کے قدموں پر جھکا تو آپ نے فوراً روک دیا اور فرمایا کہ خدا کے فرستادے دنیا سے شرک کو مٹانے آتے ہیں نہ کہ اپنے آپ کو سجدہ کروانے جب صاحبزادہ صاحب رقت سے بے قرار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے تو ایک دفعہ آپ بھی (اپنے مخلص ساتھی سے محبت کی وجہ سے) بے قرار ہو گئے اور مشکل سے اپنی طبیعت کو ضبط کیا اور پھر انہیں اٹھنے کے لئے فرمایا۔لیکن وہ بدستور اسی طرح پڑے رہے تو آپؑ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ تو صاحبزادہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا **کہ میری بے قراری اور بے تابی کی وجہ یہ ہے کہ میرے دل کو یقین ہے اس زندگی میں پھر آپ کو نہیں دیکھوں گا۔یہ اب آخری دیدار ہے جو میں کر رہا ہوں۔**

ماننے والوں کے لیے پیار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاحبزادہ صاحب کے لیے کھانا تیار کروایا تھا کھانا لایا گیا،تو وہ ایک کاغذ میں لپیٹا ہوا تھا۔کہتے ہیں یہ دیکھ کر حضرت صاحب نے فرمایا کہ کسی صاف کپڑے میں لپیٹ کر لانا چاہیے تھا اور پھر اپنی پگڑی کا شملہ پھاڑ کر دیا اللہ تعالیٰ کے ماموروں کے دل میں اپنے ماننے والے مخلصین کے لیے حقیقی پیار اور اخلاص ہوتا ہے وہ عام پیروں کی طرح نہیں ہوتے کہ اپنی نفس پرستیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے مریدوں سے پردوں میں چھپ کر رہیں۔یہی وجہ ہے کہ اہل دل و نظر،ان کے قدموں میں جھک جاتے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

افغانستان واپسی اور تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو مان کر جو روحانی خزانہ آپ کو ملا آپ یہی خزانہ اب دوسروں میں بانٹنے کے لیے بے چین ہو گئے اور جوش وخروش سے تبلیغ شروع کر دی۔جس کے نتیجے میں گردونواح کے لوگ جوق در جوق احمدیت میں شامل ہونے لگ گئے۔

جس پر امیر نے 40 سپاہیوں کو آپ کی طرف قید کر کے لانے کے لیے بھجوایا۔اور سید گاہ سے کابل تک 250 میل کا فاصلہ آپ نے پیدل طے کیا۔

بادشاہ نے آپ کو قید کر دیا اور غراغراب نامی زنجیر پہنا دی جس کا وزن ایک من چوبیس سیر تھا اور اس کے علاوہ 8 سیر کی بیڑی پاؤں میں الگ تھی۔بادشاہ نے آپ کو بار بار کہا، کہ قادیانی مسیح کا انکار کر دو تو ابھی رہا کر دوں گا۔لیکن آپ یہی جواب دیتے کہ حق کو پا کر اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کو شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار کسی کو توجہ دلائیں۔لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کیونکہ آپ کابل کا گویا ایک بازو تھے اور ہزارہا انسان اس کے معتقد تھے۔

امیر نے صاحبزادہ صاحب کو بحث کا موقعہ دیا اور مولویوں کے ساتھ ایک مباحثہ ہوا۔یہ مباحثہ تحریری تھا۔اگر تقریری مباحثہ ہوتا تو لوگوں پر حق عیاں ہو جاتا۔جب مولویوں کو کوئی جواب نہ آیا تو کہنے لگے کہ اگر مسیح موعود یہ قادیانی شخص ہے تو پھر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو؟ وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں؟ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔

چنانچہ مولویوں نے آپ پر فتویٰ کفر لگایا اور امیر نے آپ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

لیکن پھر پوچھا کہ اگر اس عقیدہ سے تائب ہو جاؤ تو معاف کر دیا جائے گا۔لیکن آپ نے جواب دیا موت کے خوف سے حق کا انکار نہیں کر سکتا۔

مولویوں نے جو فتویٰ لکھ کر امیر کے سامنے پیش کیا امیر نے اس کو تحریر کر کے آپ کے گلے میں ڈال دیا اور لکھا گیا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے اس کے بعد امیر نے حکم دیا کہ صاحبزادہ صاحب کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈالی جائے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کو نہایت بے دردی کے ساتھ اس رسی کے ساتھ کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک لے جایا گیا اور جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحوم کو زمین میں گاڑ دیا گیا ایسی حالت میں پھر امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر قادیانی سے جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا سکتا ہوں۔اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے پس اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔اس پر صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیوں کر انکار ہو سکتا ہے؟ اور جان کی کیا حقیقت ہے؟ اور اطفال کیا چیز ہیں؟ جن کے لیے میں ان کو چھوڑ دوں مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہو گا اور میں حق کے لئے مروں گا۔تب قاضیوں اور مفتیوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو۔

تب امیر نے قاضی کو کہا کہ پہلا پتھر تمہیں چلاؤ کہ تم نے ہی اپنے ہاتھ سے فتویٰ لکھا ہے قاضی نے کہا آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلائیں۔امیر نے کہا ہاں! مگر شریعت کے تمہیں بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے۔اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔تب قاضی نے گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو،یہاں تک کہ کثرتِ پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھا پتھروں کا جمع ہو گیا۔یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا 14 جولائی 1903ء کو وقوع میں آیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی شہادت پر فرمایا:

شہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔

مزید فرمایا:

اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔اے بدقسمت زمین! تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

بیں کہ عبداللطیف پاک مرد
چوں پئے حق خویشتن برباد کرد

اس پاک مرد عبداللطیف کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھو کہ کس طرح اس نے حق کی خاطر اپنے آپ کو برباد کر لیا۔

(ماخوز از تذکرۃ الشہید)

اطفال کارنر

واقعہ الفیل

حارث محمود ولد کاشف محمود۔ایسٹ لندن برطانیہ

(ہر اخبار، معاشرہ کے تمام طبقوں کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے جس میں بوڑھے، نوجوان، خواتین اور بچے شامل ہوتے ہیں۔ ادارہ کچھ عرصہ سے احمدی نونہالوں کے لئے ایک کالم شروع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ایک احمدی طفل عزیزم حارث محمود آف لندن بعمر 12 سال نے اپنی انگریزی میں لکھی ہوئی ایک تحریر جو غالباً ان کی ایک تقریر ہے اس درخواست کے ساتھ بھجوائی ہے کہ اس کا اردو ترجمہ کروا کر الفضل میں شائع کر دیں۔ یوں اس طفل کی تحریر سے "اطفال کارنر" کا آغاز کر رہے ہیں اور دنیا بھر سے اطفال و ناصرات کو ان کے اپنے اس کالم کے لئے مختصر مضامین / تقاریر بجھوانے کے لئے دعوت عام ہے۔ لطیفے اور کہانیاں نہ بھجوائیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔

(ابو سعید ایڈیٹر)

آج میں جس موضوع پر بات کرنے جا رہا ہوں وہ ہے عبد المطلب کے دور میں ایک بہت طاقتور، لالچی اور خود غرض آدمی تھا، جس کا نام ابرہہ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ عرب کے لوگوں کی توجہ خانہ کعبہ سے ہٹا دے۔ چنانچہ اس نے ایک عبادت گاہ بنائی اور عرب کے باشندوں کو ترغیب دی کہ وہ کعبہ کی بجائے اس کی بنائی ہوئی عبادت گاہ میں آ کر حج کریں۔ عرب اقدار کے حامل لوگ کعبہ کے مقابل کسی اور عبادت گاہ کا وجود کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ابرہہ عربوں کی طرف سے انکار کی خبر سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنی تمام قوت کے ساتھ مکہ پر حملہ کر کے مکہ کو تباہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تاہم اس نے ایسا کرنے کے لیے حبشہ کے بادشاہ نیگس کی اجازت طلب کی اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔مختلف روایات کے مطابق اس کے لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ بہر حال اس کی فوج ہزاروں پر مشتمل تھی۔ وہ یمن سے روانہ ہوا اور راستے میں کئی عرب قبائل کو شکست دیتے ہوئے مکہ کے ایک قریبی مقام تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنی فوج کو شہر کے گرد و نواح میں صف بند کر دیا۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ کافی پریشان ہو گئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ اس لیے انہوں نے عبد المطلب کو اپنا نمائندہ بنا کر ابرہہ کے پاس بھیجا۔ اُن کی قابل تعظیم شخصیت اور اعلیٰ ذہانت نے ابرہہ پر گہرا اثر ڈالا۔ اس لیے ابرہہ انکے ساتھ نہایت عزت کے ساتھ پیش آیا اور انکے مترجم کو حکم دیا کہ عبد المطلب سے پوچھے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔عبد المطلب نے شاید پہلے ہی سے اپنا مدعا سوچ رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی فوج نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اونٹ مجھے واپس کر دیے جائیں۔ ابرہہ نے انکو انکے اونٹ لوٹا دیے۔ مگر اس پر سے عبد المطلب کی تعظیم اور دانائی کا خود پر پڑا ابتدائی اثر زائل ہونے لگا۔ اسنے عبد المطلب کا مزاق اڑاتے ہوئے کہا کہ میں یہاں تمہارا کعبہ تباہ کرنے آیا ہوں لیکن تم کو اس بات کی کوئی فکر نہیں، تمہیں صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے؟ عبد المطلب نے انتہائی بے فکری کے عالم میں کہا کہ میں صرف ان اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے مجھے صرف اُنکی فکر ہے۔ اسی طرح اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اس گھر کی حفاظت کرے گا۔ جب ابرہہ نے یہ جواب سنا تو وہ غصہ سے بھر گیا اور کہا میں دیکھتا ہوں کہ کیسے مجھے اس گھر کا مالک اس کو تباہ کرنے سے روکے گا۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا۔ لیکن الٰہی تصرف سے ایسا ہوا کہ جیسے ہی ابرہہ کے ہاتھی کو مکہ کی سمت میں بڑھنے کے لیے موڑا گیا تو اس نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ انتہائی کوشش کے باوجود ہاتھی آگے نہ بڑھا۔ اس کے بعد اس کے لشکر پر ایسی افتاد پڑی کہ اسکا سارا لشکر پرندوں کی خوراک بن گیا۔

روایات میں یہ واقعہ اس انداز میں بیان ہوا ہے کہ جب اس کے لشکر نے مکہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو مشیت ایزدی سے پرندوں کا ایک جھنڈ ان پر حملہ آور ہو گیا جنہوں نے اپنے پنجوں میں ایک زہر آلود مٹی کے کنکر اٹھا رکھے تھے۔ جس کسی پر بھی وہ کنکر گرتے وہ چیچک سے ملتی ایک مہلک اور متعدی بیماری کا شکار ہو جاتا جب یہ بیماری پہلی بار پھوٹی تو انتہائی تیزی کے ساتھ پھیلی۔

اس واقعہ سے کسی کو حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ متعدی بیماریاں پہلے کئی بار مٹی کے کنکروں یا اسی طرح کے دوسرے ذرائع سے پھیلی ہیں۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پرندے کسی ایسے علاقے سے آئے ہوں جو کسی متعدی بیماری والے بیکٹیریا سے متاثر ہو اور اسی وجہ سے چیچک سے ملتی جلتی ایک مہلک بیماری سارے لشکر میں پھیل گئی ہو۔ چنانچہ ابرہہ سے متعلق ایسی روایت بطور خاص موجود ہے کہ وہ ایک ایسی بیماری کا شکار ہوا تھا جس سے اس کے جسم سے گوشت کے لوتھڑے گرتے تھے۔ یہ واقعہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں مذکور ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی تدبیر نا کام نہیں بنا دی۔ اور اس نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے جو ان پر کنکر پھینکتے تھے۔ پس اس نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا۔'' ابرہہ کا یہ حملہ تاریخ میں اصحاب الفیل کے حملے کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی ہاتھی والوں کا حملہ۔ یہ اس لیے کہ ابرہہ کے پاس ایک ہاتھی تھا یا بعض روایات کے مطابق کئی ہاتھی تھے۔ کیونکہ ہاتھی مکہ کے قریش کے لیے ایک نئی اور عجیب مخلوق تھی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے کبھی اسکو نہیں دیکھا تھا۔ تو نہ صرف یہ کہ انہوں نے ان حملہ آوروں کو اصحاب الفیل کا نام دیا بلکہ اس سال کا نام بھی عام الفیل یعنی ہاتھیوں کا سال رکھا۔ اصحاب الفیل کی تباہی سے قریش میں کعبۃ اللہ کی تعظیم بہت بڑھ گئی اور عرب کے دیگر قبائل قریش کو مزید عزت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

بقیہ: پہلا آن لائن اسلامک سیمینار یونان...... از صفحہ 8

کتاب سے متنفر کر دیا۔ مولانا نونن صاحب فرماتے ہیں:

''میں نے جائے نماز بچھائی، کتاب لی اور اسے زمین پر رکھ دیا اور خود سجدے میں گر گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ فریاد کی کہ اے اللہ! میرے پاس اس کے لئے وقت نہیں ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں اس قسم کی بے ہودہ باتیں پڑھوں۔ اس لئے اگر مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) امام مہدی اور مسیح موعود ہیں تو میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس رات میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا اور حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے فرمایا کہ اسلام ہی احمدیت ہے اور احمدیت ہی اسلام ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کبھی بھی آئندہ کوئی شک پیدا ہوا تو میں اس طرح دعا کروں اور پھر میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو سجدے میں جاتے ہوئے دیکھا اور میری آنکھ کھل گئی اور میں کانپ رہا تھا۔ اس وقت اور اس لمحہ سے میں ایک مخلص احمدی بن گیا۔''

اسی طرح مولانا نونن صاحب نے اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کے رویہ اور ان سے تعلق کے متعلق اور عیسائیوں کو تبلیغ اسلام کے طریق کے حوالہ سے بھی روشنی ڈالی۔ یہ تمام پروگرام جماعت احمدیہ یونان کے یو ٹیوب چینل AhmadiyyaGR پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پروگرام کے آخر پر مکرم مربی صاحب کی درخواست پر مولانا ابراہیم نونن صاحب نے دعا کروائی۔ اس سیمینار میں 30 سے زائد افراد نے شرکت کی جس میں 8 غیر احمدی و غیر مسلم افراد بھی شامل ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح کے روحانی پروگرام کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے جسے سن کر دوسرے احباب کے دلوں کو بھی اللہ تعالیٰ اسلام احمدیت کے نور سے منور فرمائے۔ آمین

ناروے۔ بشریٰ بختیار خان۔

ہجرت

قسط 1

لوگ کہتے ہیں خدا نظر نہیں آتا، بھلا کیوں نظر آئے؟ تم کون ہو جو تمہیں خدا نظر آئے, ہوا نظر نہیں آتی، احساس نظر نہیں آتا، محبت نظر نہیں آتی لیکن ان سب کی بدولت ہی سکون میسر ہے، اس وقت کو دیکھنے کی خواہش مجھے کھائے جاتی ہے جب لوگ ہوا کی بجائے محبت میں سانس لیتے تھے، سرحدی حد بندیوں اور مذہبی و سیاسی بنیادوں پر بنائی جانے والی تفریقات کی لُو میں نہیں، ہائے وہ وقت، کاش میں وہ وقت دیکھ پاتی کاش وہ وقت ہماری نسل دیکھ پاتی، کاش وہ وقت محفوظ کرلیا جاتا

وہ وقت جب مسلمان ہندو سکھ جاٹ مغل کمہار سب ایک ہی دھرتی کے سپوت تھے، جب سب ایک ہی زمین کے جائے تھے. جب سب ہمسائے تھے، جب کوئی ہندو مسلمان کو ہاتھ ملانے سے کتراتا نہ تھا اور نہ ہی کوئی مسلمان ہندو کا گھر جلاتا تھا، وہ کیسا وقت تھا جب سکھ اور جاٹ ایک ہی پیالے میں پانی پیتے کشتی کرتے ہل چلاتے ونگاریں بھوگا کرتا تھے، ایک کا کام ہوتا تو سب بستی کے لوگ اکٹھے ہو کر پہلے ایک کا کام نپٹایا کرتے پھر وہ ان سب کے ساتھ کسی دوسرے کا اور اسی طرح پوری بستی کے لوگوں کی فصل کی بیجائی کٹائی سب مل کر کرتے، ایک ہی جگہ سب کھانا کھاتے گاتے ناچتے ڈھول بجاتے اور زندگی جیتے تھے، ہائے وہ وقت کاش یہ نسل وہ وقت دیکھ پاتی کاش وہ وقت کسی سائنسی مشین میں محفوظ کرلیا جاتا، جب کوئی تفریق نہ تھی، اس سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا کہ بچہ ہندو کا ہے سکھ یا مسلمان کا، جاتے ہوئے کوئی بھی کندھے پہ اٹھا کے بچے کو چومتے ہوئے نہ تھکتا تھا، یہ پتہ ہی نہ تھا کہ شادی کافر کی بیٹی کی ہے یا حاجی ولی اللہ کی بیٹی کی سب بس خوشی کو ترجیح دیتے تھے اور ایک زمین کو ماں کہنے والے سگے بھائیوں کی طرح رہتے تھے

وہ پنجاب کی زمین تھی، پنج دریاواں دی دھرتی، ہندو مسلمان سکھ جاٹ کا فرق نہ تھا، عید پہ قربانی کا گوشت ہندو اور سکھ بھی مسلمان یاروں کے ساتھ کھاتے اور ہولی پہ رنگ مسلمان بھی منہ پہ ملا کرتے تھے، کشتی ہوتی تو شیر جوان ڈھول کی تاپ پہ بھنگڑا ڈالتے ہوئے ایک دوسرے کو کندھے پہ اٹھا کے چلتے، لڑکیاں ایک دوسرے کو مہندی لگاتیں، اپنے ہاتھوں سے اتار کر چوڑیاں سہیلیوں کو دے دیتیں اور اس سے فرق نہ پڑتا کہ یہ برہمن کے ہاتھ میں مسلمان یا سکھ کی لڑکی کے ہاتھ کی اتری چوڑی نہ پہنائی جائے، محبت سب تفریقات کی میل دھو کر اک ہی رنگ میں رنگ دیتی تھی اور وہ رنگ اپنی مٹی کا رنگ تھا، اپنی دھرتی کا رنگ تھا

دہلی اور آگرہ کی زمین پہ وہ وقت جب صرف پیار اور رکھ رکھاؤ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے نہیں بلکہ ایک دوسرے پہ جان وارنے کے لیے ہوتا تھا, ہندو یار مسلمان یاروں کے لیے لڑ جاتے تھے، مسلمان اپنا گھر چھوڑ کر بھی ہندو کا ساتھ نہ چھوڑتے کیونکہ ہندو مسلمان کا تصور نفرت اور دشمنی کا نہیں تھا بلکہ عبادت کے الگ طریقے کا تصور تھا, وہی بھگوان وہی خدا وہی رب وہی گرو، سب کی بنیاد تو ہی اللہ تھا جس کے سب قائل تھے اور محبت نس نس میں قائم تھی اور ہر سانس ایک دوسرے پہ وارنے کو ہی اہلِ ہند اپنی وفاداری سمجھتے تھے

کشمیر اور پشاور کی زمین تھی، پہاڑوں پہ جھرنے بہتے تو کنواری لڑکیاں بادام کے پھولوں کی طرح اور انگور کی بیلوں کی طرح اک دوسرے سے چمٹ کر کشمیری اور پشتو گیت گاتیں تو وادیاں حسن کی خوشبو سے مہک اٹھتیں، چشمے پانی ابلنے لگتے اور خوبانی کے پھل پک کر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جاتے، محبت کرنے والے کھیل کنارے بندھی کشتی پہ سوار ہو کر چاندنی رات میں پیار کے وعدے نبھاتے اور یہ فرق ہی نہ تھا کہ ہندو کون ہے اور مسلمان کون، وہ کشمیری تھی بعد میں عقیدے کی بنیاد پر ہندو یا مسلمان اسی طرح وہ پختون تھے بعد میں ہندو یا مسلمان، پیار ہی سب کی زبان تھا اور احساس ہی سب کے دلوں کو جوڑے رکھتا تھا

اس وقت کو یاد کرتے ہوئی کیا اکیلی میں ہی بے چین ہوں؟ آپ نہیں؟ آپ پڑھتے ہوئے بے قرار نہیں ہوئے اس وقت میں واپس جانے کے لیے جب سب ایک تھے سب ایک، صرف محبت اور انسانیت کے رشتے میں سب ایک تھے ، نہ تفرقہ تھا نہ تفریق ، نہ سرحدی دشمنی نہ ملکی عناد، بس ایک رشتہ تھا زمین کا، دھرتی کا رشتہ محبت اور پیار کا رشتہ اور اس رشتے سے بڑھ کر کوئی رشتہ ہو ہی نہیں سکتا

اور پھر....

ہجرت.....

ہجرت کیا تھی؟ ایک آگ تھی جس نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، کسی نے یہ نہ پوچھا کہ صدیوں سے اکٹھے رہنے والے اک دوسرے کو کیوں چھوڑنا چاہیں گے اور اگر ہجرت کرنی بھی ہے تو کن بنیادوں پر، کیا کوئی اپنی مرضی سے وہیں رہ سکتا ہے جہاں رہ رہا ہے یا زبردستی ہے، بس ایک چار آنے کے نقشے پہ نفرت کی سیاہی سے ایک لکیر کھینچ دی گئی، یہ ہندوستان یہ پاکستان، یہ کسی نے نہ پوچھا کہ کچھ ہندو اور مسلمان اگر ایک دوسرے کے ساتھ اب بھی جڑ کے رہنا چاہیں تو ان کا کیا ہو گا، اس دھرتی کا کیا ہو گا جو اپنے ہندو مسلمان بیٹوں کو ہمیشہ سے اکٹھے پیار کے بندھن میں بندھا دیکھتی آئی ہے، اس محبت کا کیا ہو گا جس نے نسلوں کو جوڑے رکھا

بس لکیر کھینچ دی گئی.

حکم آ گیا

ہندو پاکستان میں نہیں رہ سکتے،

مسلمان ہندوستان میں نہیں رہ سکتے

وہ عجب وقت تھا

قہر کا وقت تھا

کیونکہ فجر ظہر عصر مغرب عشا میں سے کوئی پہر بھی اس وقت کو اپنے حصے میں قبول نہیں کرے گا، وہ عجب وقت تھا، ہجرت کا وقت

یاروں کو یاروں سے بچھڑنا تھا،

وہ یار جو اکٹھے کھیلتے کودتے بڑے ہوئے اور جو اک دوجے پہ جاں وارنے کے لیے تیار رہتے تھے اب وہ اک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے وہ اب یار نہیں ہندو اور مسلمان تھے،

اب محبت کرنے والوں کو بچھڑنا تھا کیونکہ وہ اب دیوانے نہیں مذہب دار تھے

اب ان سہیلیوں کو بچھڑنا تھا جنہوں نے اپنی گڑیا کی شادی دوسرے کے گڈے سے کر دی تھی، اب ان گڑیا اور گڈے کو بچھڑنا تھا جو پیار کی نسبت میں جڑے دھاگے سے نکل کر سرحد کی نوکیلی باڑ پہ وارے جا رہے تھے، اب دھرتی کے بیٹوں کو بچھڑنا تھا اور دھرتی بالکل اسی طرح رو رہی تھی جیسے مجبور ماں بیٹوں کے بٹواروں پہ خاموش آنسو بہاتی ہے، اب اس دھرتی کو آدھا ہندوستان میں رہنا تھا پاکستان میں حال کہ اسی طرح جیسے ایک ماں بٹوارے کے بعد کچھ دن ایک بیٹے کے گھر رہتی ہے اور کچھ دن دوسرے بیٹے کے گھر، سو ہجرت اٹل تھی

حکمِ ہجرت ملا تو دھرتی نے خاموش آنکھوں سے ان بیٹوں کی طرف دیکھا جو اس کے بیٹے تھے جو مٹی کے بیٹے تھے جو اپنی ماں کی عظمت کی قسمیں کھاتے تھے جو کہتے تھے دھرتی مٹی نہیں ماں ہوتی ہے، وہی بیٹے اپنی ماں کو بے سہارا چھوڑ کے مجبور آنکھوں سے اپنے اپنے مقدر کی بھینٹ چڑھ

رہے تھے، کاش اس وقت کوئی یہ تو پوچھتا کہ دھرتی کے سپوتو یہ دھرتی تمہاری ہے، جو جہاں چاہے رہے، مسلمان چاہے ہندوستان میں ہی رہیں انہیں کوئی روک ٹوک نہ ہو گی اور ہندو چاہے پاکستان سے ہجرت نہ کریں وہیں بس جائیں وہ ان کا اپنا ہی ملک ہو گا، ملک کیا دھرتی ہے جو سب کی سانجھی ہے، وہ معاملات جو امن اور آسانی سے طے پائے جا سکتے تھے وہی حالات بگاڑ کر خون کی ہولی کیوں کھیلی گئی، انسانی خون کے دریا کیوں بہائے گئے، کس نے ذہنوں میں نفرت بھر دی تھی، وہی جو پہلے ساتھ رہتے ساتھ کھاتے پیتے تھے وہی اب ایک دوسرے کا خون بہا رہے تھے اور یہ سب دیکھنے والوں نے خاموش ہو کر دیکھا اپنے ہی بیٹوں کا خون دھرتی نے اپنے سینے پر سہا اس کا کیوں نہ سوچتے کہ اس پر کیا گزری ہو گی دھرتی ماں پر کیا گزری ہو گی، بس صرف اپنا ہی کیوں سوچا گیا

یہ ہندوستان ہے ہندوستان، ہندوؤں کا ملک، اس میں مسلمانوں کو رہنے کی اجازت ہرگز نہیں، یہاں سے مسلمانوں کو نکل جانا چاہیے ان کے لیے ہمارے پاس بالکل جگہ نہیں، یہ ان ہندو بیٹوں کے بیانات تھے ان مسلمان بھائیوں کے لیے جو ان کے یار تھے کبھی، کبھی ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا تھا لیکن اب وہی ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے دشمن تھے اب سرحد کی جنگ تھی انا کی جنگ تھی نفرت کی جنگ تھی خود غرضیوں اور مرضیوں کی جنگ تھی، اپنی طاقت کی جنگ تھی، اور یہ وہ جنگ تھی جو انسانی اقدار کو لے ڈوبی

مسلمان جان بچاتے پھر رہے تھے، گھروں سے نکلے تو ضروری سامان اور بیبہ پونجی ساتھ اٹھایا کہ وہاں جا کر گزر بسر ہو سکے، راستے میں پہنچے تو قافلوں میں مشکلات کا سامنا ہوا، جان خطرے میں تھی، ہر قافلہ اجڑا، کہیں راستے میں ہندوؤں نے آ لیا، تلواریں لیے ہوئے خون کا کھیل کھیلا، جو سامان تھا لوٹ لیا۔ مال مویشی چھین لیے، نہتے قافلوں پہ وار کیے، ماؤں کے سامنے بیٹوں کو ذبح کیا اور خوشی اور فخر سے ذبح کیا کہ دیکھا مسلمانو تم ہمارے سامنے کچھ نہیں، ہم جو چاہیں کریں، وہی ہندو جو پہلے مسلمانوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے عید جشن ہولی سب اکٹھے منائی جاتی اب وہی دشمن تھے اب وہی اپنے ہی دھرتی کے پالوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر خود کو اونچا ثابت کرنا چاہتے تھے، ماؤں کے سامنے بچوں کو قتل کیا گیا، بیٹیاں اٹھا لے گئے عصمتیں لوٹ لی گئیں، وہی بیٹیاں تھیں انہیں کوئی تو بتاتا کہ یہ وہی بیٹیاں ہیں جن کے سر پر کل تک تم دوپٹے رکھا کرتے تھے جو تمہاری دھرتی کی بیٹیاں تھیں وہی بیٹیاں اب تم سے محفوظ نہیں زمین کیوں نہ پھٹی آسمان نے کیا دیکھا، اپنے ہی خون کی پہچان کھو دی گئی، انسانی اقدار کی پہچان کھو دی گئی، اس قدر ظلم ہوا اس قدر ظلم کہ ظلم بھی شرمندہ ہو گا۔

کسی کا باپ مرا تو کسی کی ماں، کسی کی بہو کو اٹھا لے گئے تو کسی کی بیٹی، کسی کے بچے کو ذبح کیا تو کسی کے بھائی کو، یہ دیکھنے والا ہی کوئی نہ تھا کہ یہ جس کا خون میں بہا رہا ہوں یہ انسان ہے، انسانی جان لے رہا ہوں اور انسانی جان ایک بار چلی جائے تو واپس نہیں آتی، اور غضب یہ کہ ایک دوسرے کی ناموس کے رکھوالے ہی ایک دوسرے پہ تلواریں تانے کھڑے تھے، قافلوں کو لوٹا جاتا رہا، کبھی ہندو آ کے عظمتِ انسانی کو تار تار کرتے تو کبھی سکھ، بس ایک ہی نعرہ تھا کہ جو مسلمان ہے مار دیا جائے، کوئی سلامت نہ جائے جو بھی جائے ایک بھیانک یاد لے کر جائے اور ہمیشہ یاد رکھے کہ ہم ہندو قوم کتنی طاقتور اور بہادر ہیں جو اپنا بدلہ لے رہی ہے، کیا عجب قوم تھی جو اپنا ہی جسم کاٹ رہی تھی کیا عجب قوم تھی جو اپنی دھرتی کا خون بہا رہی تھی کیا عجب قوم تھی

مسلمان قافلے جہاں سے گزرتے ان پر حملے ہوتے رہے حملہ آور آ کے لوٹ مار کر کے چلے جاتے اور خاندان کم سے کم ہوتے گئے، کوئی خاندان ایسا نہ تھا جو اب تک سلامت ہو، اس ماں پر کیا گزری ہو گی جس کے اکلوتے بیٹے کو اس کے سامنے مارا گیا ذبح کیا گیا اس باپ پر کیا گزری ہو گی جس کی بیٹی جس کی عزت کو اس کے سامنے اٹھا کے لے جایا گیا اور اس بھائی پر کیا گزری ہو گی جس کی بہن ماں بھابھی پر ظلم ڈھایا گیا ہو گا، یہ انسان تھے؟ ہرگز نہیں؟ اس وقت ان انسانوں کو انسان کہنا جرم ہے وہ نفرت کے بھرے شیطان تھے، محبت سے بچھڑے، اپنوں کے رنج میں چور بھوکے پیاسے لڑتے قافلے، بے بس اور نفرت و حقارت کا شکار ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے

کچھ قافلے ریل گاڑی پر بھی تھے، مسلمانوں کو ریل گاڑی سے بھیجا جا رہا تھا، ہندو سپاہی نگرانی پر مامور تھے، ڈبے میں بیٹھا ہر شخص اس قدر مجبور تھا کہ اسے یہ یقین ہی نہ تھا کہ وہ زندہ لاشیں تھیں صرف زندہ لاشیں، میں وہ سب کیسے بیان کر دوں جو اس وقت کے لوگوں نے دیکھا اور اس دھرتی نے اپنے سینے پر سہا، میرے بیان میں طاقت نہیں کہ میں وہ سب بیان کر سکوں، تاریخ انسانی اس پر شرمندہ و رنجیدہ ہے، کہیں کسی بوڑھی عورت کے ساتھ معصوم بچہ تھا جسے پیاس بے قرار کر رہی تھی، پانی مانگنے پر ہندو سپاہی نے کہا سو روپیہ دو گی تو ایک گلاس پانی دوں گا، جس کے بیٹے کو راستے میں مار دیا گیا، بہو کو مار دیا گیا، بیٹیوں کو حملہ آور اٹھا لے گئے سامان لوٹ لیا گیا صرف ایک معصوم پوتا آ بچا تھا اب اس کو ایک گلاس پانی کے لیے سو روپیہ کہاں سے لاتی، اس وقت نفرت بھی ایسے لوگوں پر تھوک رہی ہو گی جب معصوموں کا خون بہانے والوں نے انسانی اقدار و جذبات کا مذاق اڑایا، کہیں ایک معصوم نو سالہ لڑکی اکیلی دبکی بیٹھی تھی جس کی بڑی بہن کو کوئی اٹھا لے گیا اور باپ کو مار ڈالا گیا، ہر اسٹیشن پر گاڑی رکتی حملہ آور آتے اپنی مرضی کی لوٹ مار کرتے سامان اور مال لوٹتے، لڑکیاں اٹھاتے، لوگوں کا خون بہاتے دہشت کی انمٹ داستان چھوڑتے نکل جاتے اور باقی بچنے والوں کے دلوں پر کیا گزرتی اس کو لکھ دوں کیا؟ سہہ پاؤ گے؟ جب بھی گاڑی رکتی وہ خوف دل کو آ لگتا جو موت کی بھی ہلا کر رکھ دیتا، آرزوؤں کے لٹنے کا خوف، عصمتیں تار تار ہونے کا خوف، معصوموں کے خون بہہ جانے کا خوف، کمزوروں کے قتل کا خوف، بزرگوں کی توہین اور ذلالت کا خوف۔

انسانیت سے اعتبار اٹھ چکا تھا،
بس ایک کسک تھی
صرف ایک کسک کہ اس ملک کی آزاد فضا میں جا کر ایک بار سانس لے کر دیکھ لیں
جس کی خاطر بیٹے ذبح ہوئے،
بیٹیوں کی عزت لوٹی گئی،
بچوں کو ماؤں کے سامنے قتل کیا گیا
ماؤں کی چادریں چھینی گئیں،
وہ سب ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا،
بس ایک کسک اب بھی باقی تھی کہ اس جنت میں جا کے تو دیکھیں جس کے خواب دیکھتے ہوئے ہم نے سب کچھ کھو دیا،
ہواؤں میں خون کی بو تھی،
سانسوں میں خوف
آنکھیں اگلے رستے پر کہ کب وہ ملک آئے گا
ہمارا ملک
ہمارا وطن
ہمارا آزاد وطن
جہاں پہنچ کر وہ سب خوشیاں ہوں گی
جنہیں پا کر ہم سب دکھ بھول جائیں گے
قافلے رواں تھے
آزادی منتظر تھی
ہجرت اٹل تھی

یہ پاکستان ہے پنجاب ہے، لاہور ہے پشاور ہے، یہ وہ دھرتی ہے جس نے سب کو جایا، سب کے کسی تفریق کے بغیر بڑا کیا اور بڑے

ہونے پر بیٹوں نے ہی تفریق کی، تفریق کی دھرتی کی، تفریق کی تہذیب کی، تفریق کی اقدار کی ، تفریق کی اخلاص، انسانیت محبت فکر سب کچھ کی تفریق کی علاوہ نفرت کے، نفرت نے تو پر دے دیے تھے جن پر سوار ہو کر ہر سپوت اندھیروں کے بادلوں کو بھی پیچھے چھوڑ جانے کی دھن میں تھا، سب یہی چاہتے تھے کہ بس زمین کو کاٹ کر اپنا نام لکھ دیں اور کمزور کو اس میں گاڑ دیں، افسوس اس بات کا نہیں کہ دھرتی بانٹی گئی، وہ بٹنی تھی تو امن اور احتیاط سے بھی بانٹی جا سکتی تھی، اپنی مرضی کے مطابق وطن چنا جا سکتا تھا، سب معاملات سکون سے طے پا سکتے تھے، سب کو آزاد ملک آزاد فضا میسر آ سکتی تھی لیکن نفرت نے اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ صدیوں سے ایک ساتھ رہنے والے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلنے والے ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کو آتے تھے، ایک دوسرے کی عزت تک لوٹنا عزت اونچی کرنے کے مترادف تھا، اور یہ حال صرف ایک طرف ہوتا تو ایک طبقے کو ظالم اور غلط قرار دے کر لکھنے والوں قسمت اور دھرتی کو سکون مل بھی جاتا لیکن یہ حالات ایک طرف نہ تھے، یہ حالات دونوں طرف تھے اور بالکل ایک جیسے تھے، ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں پہ ظلم ڈھائے گئے تو یہ نہیں تھا کہ پاکستان سے ہجرت کر کے جانے والے ہندوؤں کو بھیگتی آنکھوں، آنسوؤں اور افسردگی کے ساتھ رخصت کیا گیا ہو یا پھر پھولوں کے ہار پہنا کر اور ڈھول بجا کے اور خوشی خوشی رخصت کیا گیا ہو، دونوں طرف صرف نفرت تھی نہ عقل تھی نہ دل تھے نہ دماغ نہ احساس نہ محبت نہ قدر نہ انسانیت, کچھ بھی نہ تھا سوا نفرت کے، پاکستان سے ہجرت کر کے جانے والے ہندوؤں کے ساتھ بھی وہی ہوا جو وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا آیا

لاہور سے کچھ خاندان ہجرت نہ چاہتے تھے ان کا کہنا تھا ہم پاکستان میں ہی رہیں گے بے شک ہم ہندو ہیں لیکن ہمیں یہیں رہنا ہے یہ دھرتی سب کی ماں دھرتی ہے اور ہم اب بھی امن کے ساتھ اکٹھے رہ سکتے ہیں یہ بالکل ویسے ہی تھا جیسے ہندوستان سے کچھ مسلمان ہجرت نہیں کرنا چاہتے تھے وہ بھی کہتے تھے کہ ہم ہندوستان میں ہی رہ سکتے ہیں، لیکن گھر نہ چھوڑنے پر دوسرے طبقے کو سخت غصہ تھا غصہ کس بات کا تھا کہ یہ گھر چھوڑیں گے تو ہی ہمیں یہ گھر مل سکیں گے، یہ احساس ہی ختم ہو گیا تھا کہ کل تک ہم ایک دوسرے کی جان مال کی حفاظت کرتے رہے، جس گھر سے پتہ چلا کہ یہاں ہندو رہ رہے ہیں انہیں زبردستی ہجرت پہ مجبور کیا جاتا اور اگر وہ ہجرت نہ بھی کرتے تو ان کے گھر کو جلا دیا جاتا اور صرف گھر نہیں اس میں موجود بچے جوان عورتیں بزرگ سب ساتھ میں ہی جل جاتے ، یہ انسانیت تھی یہ جذبہ حب الوطنی تھا.

مجھے علم ہے یہ مرے بہت سے پاکستان سے محبت کرنے والے اور مسلمان بھی پڑھیں گے، میں مسلمان ہوں اور اکثر لکھنے والوں کی طرح کیا میں بھی تصویر کا ایک رخ دکھاتی؟ مجھے میرے بابا نے میری ماں نے مری دھرتی نے مرے احساس نے سچ بولنا سکھایا ہے تو میں کیسے ان حقائق پہ پردہ ڈال دیتی جو واقعتاً ہوئے. ایک طبقہ یہ سوچے گا کہ مجھے مسلمان ہو کر صرف مسلمانوں کے حق میں ہی ثبوت ڈھونڈنے چاہئیں مجھے صرف مسلمان ہو کر مسلمانوں کی نمائندگی کرنی چاہیے، لیکن میں مسلمان ہوں مجھے اسلام اور حضرت محمدؐ نے عدل سکھایا ہے، کیا حضرت محمدؐ نے حقیقت کو چھپا کر صرف ایک رخ دکھانے کی تعلیم دی؟ ہرگز نہیں کیا انہوں نے اقلیتوں کے ساتھ غیر منصفانہ طریق اختیار کرنے کی تعلیم دی؟ ہرگز نہیں، کیا میں اپنے گروہ کی برتری ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بول دوں کہ صرف ہندوؤں نے مسلمانوں پر ظلم کیے اور مسلمانوں نے ہندوؤں کو پر امن طریقے سے اور محبت کے پھول پیش کر کے ہندوستان رخصت کیا؟ ہرگز نہیں مسلمانوں نے بھی ویسے ہی ظلم ڈھائے کیونکہ اس وقت کوئی ہندو تھا نہ مسلمان اس وقت صرف نفرت سوار تھی اور انتقام کی آگ نے سب کو اپنے اندر لپیٹ رکھا تھا، اب آپ بتایئے کیا میں تصویر کا ایک رخ پیش کر کے اپنے اندر کے ضمیر پہ بد دیانتی کے پتھر ڈال کر خاموش ہو جاؤں؟ کیا آپ کا ضمیر یہ کہتا ہے مجھے ایسا کرنا چاہیے؟ ہرگز نہیں نا؟ تو آیئے دوسرا رخ بھی دیکھتے ہیں کہ یہاں سے جانے والے ہندوؤں کے ساتھ کیا ہوا؟

یہ لاہور کا محلہ ہے، ایک گھر جہاں سے کچھ ہندو واپس جانا نہ چاہتے تھے لیکن ان کے گھر کو زبردستی واپس بھیجا گیا اور مجبور کر کے ہجرت پہ مائل کیا گیا، گھر چھوڑ کر وہ اپنے پرانے گاؤں گئے جہاں ان کے آباؤ اجداد رہتے تھے انہیں یہ امید تھی شاید انہیں وہاں امان مل جائے وہاں پہنچنے پر ان کو تسلی ہوئی کہ گاؤں والوں نے کہا ہم آپ کی حفاظت کریں گے ہم سب اکٹھے پلے ہیں اور اس گاؤں کو بھی چاہے کوئی آگ لگا دے ہم آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھیں گے، ایک اطمینان کی گھڑی آئی لیکن گاؤں کے سردار کو جلد ہی اوپر سے حکم آیا کہ اگر تم لوگوں نے امان دی تو پورے گاؤں پہ حملہ کر دیا جائے گا، سردار نہ مانا، گاؤں والے پر امن تھے ، پرعزم تھے لیکن موت آنے پر سانسیں بھی ساتھ چھوڑ جاتی ہیں،

اللہ اکبر کی صدا گونجتی ہے، ہائے اللہ اکبر کی صدا گونجتی ہے، اللہ اکبر کا مطلب ہے اللہ ہی سب سے بڑا ہے اور وہ ہی زندگی موت زر زمین سب کا مالک ہے لیکن یہ اللہ اکبر کی صدا لگانے والے اپنے رب کے محمدؐ کے احکامات کے ہی خلاف ہو گئے تھے، وہ خود کو رب سے بڑا ثابت کرنا چاہتے تھے، زندگی موت دینے والا رب ہے لیکن اس وقت وہ زندگی موت کا فیصلہ کر رہے تھے اس وقت وہ زر زمین چھین رہے تھے جس کا مالک رب ہے، کتنی بدنصیب فضا ہو گی جس نے یہ سب دیکھا ہو گا کتنا بدبخت وہ سورج ہو گا جس کے اجالے تلے یہ خون ہوا ہو گا، رحمت اللعالمین کے امتی محمدؐ جو شفقت اور رحمت کا سراپا تھے اس کا نام لینے والے خون کا کھیل کھیل رہے تھے، کتنی افسردہ ہو گی انسانیت جس کے دامن کا داغا گیا، اللہ اکبر کی صدا گونجتی ہے، ہندو خاندان کے سارے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، خون بہا دیا جاتا ہے، ذلیل کر کے قتل کیا جاتا ہے اور اس گھر کے لوگوں کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے جنہوں نے پناہ دی، زندہ رکھے جاتے ہیں تو صرف جانور، یہ زمین انسانوں پہ تنگ تھی، جانور تو جانور تھے، انسان اپنی ہی نسل انسان کے خون کا پیاسا تھا، اسے جانوروں پہ ترس آ سکتا تھا اسے اپنے ہی خون اپنے جیسے انسانوں پہ ترس نہیں آ سکتا تھا اور یہ سب تاریخ کی آنکھیں خون کے آنسو روتے ہوئے دیکھ رہی تھیں

پشاور سے ٹرین جاتی ہے جس میں پختون ہندو ہوتے ہیں، ہر ہر اسٹیشن پر روک روک کر ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا رہا، خون بہتا رہا، عصتیں لٹتی رہیں, جوان قتل ہوتے رہے, بچے ذبح ہوتے رہے، بیٹیاں اٹھائی جاتی رہیں مائیں بے آبرو ہوتی رہیں، بزرگ ذلیل کر کر کے مارے جاتے رہے، کوئی ایسا خاندان نہ تھا جو سلامت ہو، ہر طرف نفرت خوؤن انتقام اور تفریق تھی جس نے سب کو اپنے اندر جھلسا کے رکھ دیا تھا

ہندو قافلے جب گزر رہے تھے تو چاروں طرف سے خطرے کی تلواریں ان کے سروں پر ہوتی تھیں، کبھی کسی بھی طرف سے خون کی ہولی کھیلی جا سکتی تھی کسی بھی طرف سے حملہ آور آتے، اللہ اکبر کی صدا گونجتی اور اللہ کے نام لیوا اس کے انسانوں کا خوؤن بہا کے لوٹ مار کر کے نکل جاتے، دکھ تو یہ ہے کہ احساس رہا ہی نہ تھا، وہی مسلمان جو خود لٹ مر کے ہندوستان سے کسی طرح پاکستان پہنچ گئے تھے اب وہی بدلے کی آگ میں جلتے ہوئے ہندو قافلوں پہ حملہ آوروں کے ساتھ مل کر جھپٹ پڑتے، وہ کیوں نہ سوچتے جس طرح اس طرف ہماری بہنوں کو لوٹا گیا ہمارے بچے قتل کیے گئے ہماری مائیں ماری گئیں جو ہم پہ گزری وہی ان پہ بھی گزر رہی ہو گی ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن وہ بس بدلے اور انتقامی نفرت کی زد میں اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کا مکمل بدلہ دوسروں سے لے لینا چاہتے تھے سوچ مفلوج تھی اور احساس جذبات سے عاری تھی، فقط نفرت تھی بے

حد و بے حساب نفرت

یہ بارڈر ہے ، راوی کا پل ہے، جہاں پہ انگریز فوجی تعینات تھے، انگریز فوجی افسر ہر آدھے گھنٹے کے لیے پل کی طرف ایک طرف سے داخلی دروازہ کھولتا جس سے مسلمان قافلے ہندوستان سے پاکستان میں داخل ہوتے اور آدھے گھنٹے بعد اسے روک کر دوسری طرف کے دروازے کو کھولنے کا حکم دیتا اور ہندو قافلے پاکستان سے ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوتے، جونہی وقت ہوتا دروازہ بند کر دیا جاتا اور یہ نہ دیکھا جاتا کہ آدھے خاندان کے لوگ نکل گئے اور آدھے پیچھے رہ گئے تو پیچھے رہنے والوں کو آگے نہ گزرنے دیا جاتا اور آگے والے رک نہ سکتے تھے اور اس طرح اگر کوئی خاندان اکٹھے بارڈر تک پہنچ بھی جاتے تو ایک دوسرے سے بچھڑ جاتے ،

وقت ختم ہونے والا تھا، انگریز فوجی آوازیں دے رہا تھا ہری اپ ہری اپ، خارجی دروازے سے ماں باپ نے بیٹے کو جلدی سے باہر کیا اور خود گزرنے لگے لیکن انگریز فوجی نے آگے دروازہ بند کر دیا ، بیٹا ہندوستان میں داخل ہو چکا تھا اور ماں باپ پاکستان کی حد میں رہ گئے، پیچھے والا قافلہ آگے نہ جا سکتا تھا اور آگے نکل جانے والا رک نہ سکتا تھا کیونکہ پیچھے سے لوگ آرہے تھے

معصوم بچہ ماں باپ سے جدا ہوگا تو کسی پہ کچھ نہ گزری ہوگی ؟ کسی آنکھ نے آنسو نہ بہائے ہوں گے ؟ کوئی رویا تک نہ ہوگا؟ لیکن دھرتی.... دھرتی تو روئی ہوگی، وہ بچہ اور اسی طرح کے ہزاروں بچے جو بچھڑ گئے ماں باپ سے اپنوں سے محبتوں سے وہ ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو گئے جو کبھی نہ اپنوں سے مل سکے نہ اپنے ان سے ، یہ قربانیاں یاد ہی کون رکھے گا اور کیوں رکھے گا کیونکہ سب کی اپنی دنیا اپنا گھر اپنی مستی ہے، کوئی ایسا خاندان نہ تھا جو نہ لٹا ہوا ، راستے میں بیٹیاں کوئی لے گئے تو بیٹے قتل ہو گئے، بچے سرحد پر بچھڑ گئے اور بزرگ اور لٹے پٹے خاندان اپنی آزادی اور ملک کی حسرت لیے آزاد ملک میں داخل ہوئے۔

آزادی مل چکی تھی، دھرتی پاکستان اور ہندوستان میں بٹ چکی تھی، قربانیاں رنگ لا چکی تھیں، لٹے پٹے قافلے اب اپنے اپنے آزاد وطن میں پہنچ چکے تھے، مہاجرین خواب لیے ہوئے نئے ملک میں پہنچ چکے تھے اور پر امید تھے کہ اب نیا ملک اپنا ہوگا، وہ ملک ہوگا جو آزاد ہوگا جس میں ہمیں مکمل آزادی ہوگی۔ جہاں کوئی ہمارا حق چھیننے والا نہ ہوگا کوئی ہمیں بے وجہ زدوکوب کرنے والا نہ ہوگا جہاں ہماری جان کو کوئی خطرہ نہ ہوگا جہاں ہمارا مال محفوظ ہوگا جہاں ہمارے بچے قتل نہ ہوں گے جہاں ہماری بیٹیوں کی عصمتیں محفوظ ہوں گی مائیں بے آبرو نہ ہوں گی کمزور کو طاقتور سے خطرہ نہ ہوگا، انصاف ہوگا قانون کا بول بالا ہوگا سرمایہ کی ایماندارانہ تقسیم ہوگی کوئی امیر غریب نہ ہوگا سب بھائی ہوں گے اور ایک جنت نما آزاد ملک ہوگا جسے اندرونی و بیرونی طور پر کوئی خطرہ نہ ہوگا اور یہ خواب دونوں طرف کے مہاجرین کے تھے ہندو اور مسلمان دونوں

آزادی حاصل کس سے کی گئی تھی؟ انگریز سے؟ مغربی طاقتوں سے؟ لیکن وہ تو پہلے سے زیادہ پاکستان اور ہندوستان کے معاملات سنبھال رہے ہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم دونوں ملکوں نے صرف ایک دوسرے سے آزادی حاصل کی ہے، صرف اپنے اس اتفاق سے آزادی حاصل کی ہے جو تم دونوں قوموں میں تھا، وہ طاقتور جسے شکست دینا ناممکن تھا ، سکندرِ اعظم جو سب قوموں کو شکست دیتا ہوا یہاں پہنچا تو اسی قوم کے ہاتھوں مرا، وہی قوم حصوں میں بٹ کر ایک دوسرے کا خون بہارہی ہے، انگریز نے دونوں کو الگ کر دیا اور نہ صرف تقسیم کیا ایک دوسرے کے خلاف بھی کر دیا، ایک وقت تھا جب آدھی سے زیادہ دنیا پر مسلمان راج کرتے تھے اسی طرح ہندو، اگر ان دونوں قوموں کو ساتھ رہنے دیا جاتا تو کیا ان کا اتحاد پوری مغربی دنیا کے لیے خطرہ نہ تھا؟ سو یہ بہترین حل تھا کہ دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف کروا دیا گیا، اگر یہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے تو ان کا اسلحہ کون خریدے گا؟ ان کے میزائل جنگی جہاز سب کچھ اور یہ اپنے لوگوں کو خوراک اور صحت کی سہولیات تک نہیں دے سکتے لیکن اسلحے کی جنگ میں ہر وقت ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑ جانا چاہتے ہیں

دونوں ملک آزاد ہو گئے تو ان کا انجام کیا ہوا، کیا دونوں طرف کی عوام خوش ہے؟ کیا گاندھی یہی چاہتے تھے کہ ہندو ایک شدت پسندی کی لہر میں آ کر اپنی من مانی کرتے ہوئے جب چاہیں ہندوستان میں بچے مسلمانوں کے جب چاہیں دھمکیاں دیتے رہیں کہ ابھی ہندوؤں کا ملک چھوڑ دو، پاکستانیوں کے آنے پہ پابندی لگا دیں، ہر وقت مسلمانوں کی ٹوہ میں رہیں، دوسری طرف قائدِ اعظم محمد علی جناح کیا چاہتے تھے کہ پاکستان کا ہر ایک آدمی اپنی مرضی کا فرقہ اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر اپنا ایمان الگ کر لے، جس کا جو جی چاہے وہ اسی طریقے سے دوسروں کے ایمان کو پرکھے، جس کا جی چاہے دوسرے پہ کافر کا فتویٰ لگا کر اسے قتل کر کے جنت کا مالک بن جائے جس کا جی چاہے اقلیتوں کے گھر جلا کے راکھ کر دے کہ یہ گھر یہ وطن مسلمانوں کا ہے یہاں اقلیتوں کو رہنے کا حق نہیں، جو جیسے چاہے سیاست کرے، اور آزاد ملک کے آزاد باشندے دور بیٹھ کر صرف تماشا دیکھیں کوئی اگر آواز اٹھائے تو اس کی آواز بند کروا دی جائے یا اس کا تماشا بنایا جائے، یہ ہماری قسمت ٹھہری

تو کیا خواب پورے ہوئے ؟ آپ نہیں جانتے کہ خواب پورے ہوئے یا نہیں؟ میں نے خود سے سوال کیا اور آپ بھی خود سے سوال کیجیے کہ واقعی خواب پورے ہوئے ؟ وہ قربانیاں انگلستان سری لنکا آسٹریلیا امریکہ کے لوگوں نے آ کر نہیں دی تھیں وہ ہمارے اپنے آباؤ اجداد نے دی تھیں، ہم ان کی اولاد میں سے ہیں کتنے ہی لوگ ایسے اب بھی زندہ ہیں جو ہجرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے اور لٹ چکے کسی کا بھائی بچھڑا تو کسی کی بہن لٹی کسی کی ماں مری تو کسی کا باپ کیا وہ اب انہیں بھول چکے؟ وطن مل گیا اور ان خوابوں کا کیا ہوا جو دیکھے گئے؟ وہ خواب بھی قربانیاں دینے والوں نے پورے نہیں کرنے تھے وہ میں نے کرنے تھے آپ نے کرنے تھے اس نسل نے کرنے تھے جسے تیار شدہ آزاد وطن ملا جس نے آزادی کے لیے خاندان نہیں لٹوایا جس کی غیرت کا جنازہ آزادی کے لیے نہیں نکلا جس نے خون بہتا ہوا نہیں دیکھا، ہم سب بے بس ہیں؟ ہرگز نہیں یہ سب ممکن تھا لوگ کہتے ہیں کہ انقلاب آئے گا میں پوچھتی ہوں کیسا انقلاب چاہیے تمہیں ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کے باشندوں سے میں مخاطب ہو کر کہتی ہوں کہ جاؤ جا کر ان قبروں پہ سر پھوڑو جو تمہارے آباؤ اجداد کی ہیں جنہوں نے قربانیاں دے کر اس ملک کو پایا ان خیالات پہ جاں وارو جو سوچے گئے اس خون کو منہ پہ ملو جو معصوموں کا بہا، جاؤ ہمیشہ کے لیے ان پردوں میں جا بیٹھو جو تمہاری ماؤں بہنوں کے سر سے چھینے گئے؟ تم وہ لوگ ہو جنہیں دنیا کا سب سے بڑے انقلاب کے بعد آزادی ملی اور تم اس کی حفاظت کر پائے ؟ کونسا انقلاب چاہتے ہو تم؟ انقلاب مکئی کا بھٹا نہیں جو جب چاہا بھون لیا، انقلاب رب کی مرضی سے آتا ہے اور اپنی مکمل کیفیت اور حالات کے ساتھ آتا ہے، انقلاب ان لوگوں کے لیے آتا ہے جو اپنے اندر وہ قوت وہ جذبہ رکھتے ہوں جو اس وقت کے لوگوں میں تھا اس وقت کی عورتیں بھی مر مٹنے سے نہیں کتراتی تھیں اور آج کے مرد بھی دبک کر بیٹھتے ہیں تو تم کون ہو جو انقلاب اور آزادی کی امید لگائے بیٹھے ہو؟

آزادی ایک بار پھر حاصل کرنی ہے، اندرونی قید سے آزادی، بیرونی مداخلت سے آزادی، فرقہ بازی سے آزادی، تخریب کاری سے آزادی، منافقت اور غیر منصفانہ سیاست سے آزادی، کرپٹ عدلیہ سے آزادی، اس سب سے آزادی جس نے تمہیں ٹوٹنے پہ مجبور کیا اور یقین مانو تم عظیم قوم ہو اگر تم جان لو

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: ارشد محمود

پہلا آن لائن اسلامک سیمینار یونان

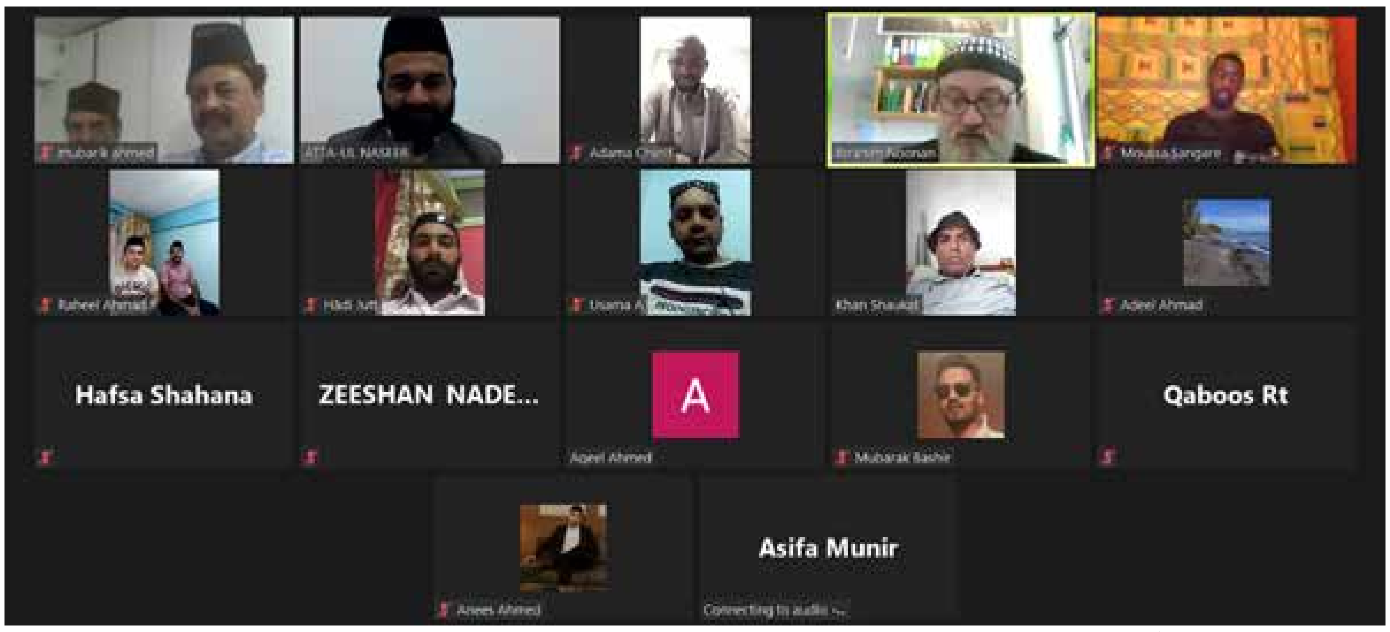

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضورِ انور کی دعاؤں سے جماعت احمدیہ یونان کو مؤرخہ 30 جولائی 2021ء بروز جمعۃ المبارک یونان کے وقت کے مطابق شام آٹھ بجے سے لے کر دس بجے تک انگریزی زبان میں آن لائن اسلامک سیمینار بذریعہ زوم منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ

اس سیمینار کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں غیر از جماعت احباب کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ سیمینار کو کامیاب بنانے کے لئے ایک ہفتہ قبل احباب جماعت وغیر از جماعت احباب وخواتین کو اطلاع کر دی گئی تھی۔ اسی طرح فیس بک پر اس پروگرام کے حوالہ سے ایک اشتہار بھی شائع کیا گیا جو دس ہزار لوگوں تک پہنچا۔ محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ اور محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ یونان نے اپنی اپنی تنظیم کے ممبران کو اس سیمینار میں شمولیت اور کامیاب بنانے کے لئے واٹس ایپ گروپ اور ذاتی نمبروں پر ٹیلی فون کر کے اطلاع کی اسی طرح محترم نیشنل صدر صاحب یونان کی طرف سے ساری جماعت احمدیہ یونان کو اس پروگرام میں شمولیت کے لئے اطلاع کی گئی اور پھر بعد میں بھی یاد دہانی کروائی گئی۔

یونان کے مختلف آن لائن پروگراموں کے لئے ہمارے پیارے آقا سیدنا و امامنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف علماء کی بطور مقررین منظوری عطا فرمائی ہے۔ اس سیمینار کے لئے انہیں منظور شدہ علماء میں سے مکرم و محترم مولانا ابراہیم نونن صاحب، مشنری انچارج و نائب نیشنل صدر جماعت احمدیہ آئرلینڈ کی بطور مہمان خصوصی منظوری عنایت فرمائی۔

اس سیمینار کا موضوع MY SEARCH FOR INNER PEACE AND THE REALITY OF THE DIVINE LED ME TO ISLAM رکھا گیا۔

پروگرام کی صدارت محترم عطاء النصیر صاحب نیشنل صدر و مربی سلسلہ یونان نے کی۔

سیمینار کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم راحیل احمد صاحب نے خوبصورت آواز میں خوش الحانی سے کی۔

سیمینار کی کارروائی خواتین وحضرات نے بڑے انہماک سے دیکھی اور سنی۔ مولانا نونن صاحب نے اپنی تقریر میں اپنے قبولیت اسلام کے حوالہ سے روشنی ڈالی کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی تلاش انہیں اسلام احمدیت کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ 50 منٹ کی تقریر کے بعد سوال و جواب کی مجلس منعقد ہوئی جو ایک گھنٹہ جاری رہی۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا ابراہیم نونن صاحب نے اپنی ایک خواب کا ذکر فرمایا جس نے اسلام کی صداقت ان پر روز روشن کی طرح واضح کر دی۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ سے جب میں نے اسلام کے متعلق رہنمائی چاہی تو میں نے یہ خواب دیکھی کہ میں ایک بہت خوبصورت رومن کیتھولک چرچ میں موجود ہوں جو کہ رومن کیتھلولک افراد سے بھری پڑی ہے۔ میں کھڑا ہوتا ہوں، اپنا رخ مشرق کی طرف کرتا ہوں اور اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہہ کر سجدے میں چلا جاتا ہوں۔ میرے بعد کئی اور لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنا رخ مشرق کی طرف کر کے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہتے ہیں اور سجدے میں چلے جاتے ہیں اور بعد میں خواب میں وہ میرے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ اس خواب کے تین دنوں میں مجھ پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ اس خواب کا کیا مطلب تھا۔ مجھے جواب مل چکا تھا۔ اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرنا، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہنا یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ سجدے میں گرنا یعنی اللہ کی رضا پر سر تسلیم خم کر دینا اس سے مجھ پر اسلام کی سچائی واضح ہوگئی۔‘‘

اسی طرح اسی سوال کے جواب کے دوران انہوں نے بتایا کہ جب ان کے غیر احمدی دوستوں کو معلوم ہوا کہ آپ احمدی ہو گئے ہیں تو انہوں نے جماعت کے خلاف لکھی گئی ایک کتاب Qadianiayat: An Anylitical Survey پڑھنے کے لئے دی۔ اس کا پہلا باب ہی پڑھا تھا کہ اس میں استعمال کی گئی گندی زبان نے اس

بقیہ صفحہ 7 پر

چھوٹی مگر سبق آموز بات

طلاق میں جلدی نہ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو، ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 75)

مرسلہ: سعیدہ خانم۔ کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

14 ستمبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:51	18:25
مدینہ منورہ		04:49	18:27
قادیان		04:50	18:36
ربوہ		04:29	18:16
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:07	19:19